45 770

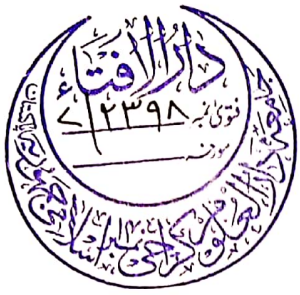


بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت عالیہ جناب حضرت شیخ الاسلام صاحب دامت برکاتہم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

## موضوع: منیٰ میں قصر واتمام اور اقتداء بالمخالف کا مسئلہ

گزشتہ چند سالوں سے برصغیر پاک وہند کے لاکھوں حاجیوں کو حج کے دوران جو مسائل پیش آرہے ہیں، ان میں ایک بڑا مسئلہ قیام مکہ اور حج کے دوران قصر یا اتمام کا ہے جس کی بنیاد مکہ اور منیٰ میں اتصال والے مسئلے پر ہے۔ چونکہ اس مسئلے میں اس خطے کے معاصر علمائے کرام کے درمیان اختلاف ہے اور دونوں کے تقوی اور دیانت پر اعتماد کرنے والے حجاج کرام ایک ہی ملک اور ایک ہی شہر سے وابستہ ہوتے ہیں، لہذا اس مسئلے کی وجہ سے تقریباً ہر گروپ اور ہر خیمہ میں دو فریق بن جاتے ہیں، نماز میں الگ الگ ہوتی ہیں، امامت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے اور اگر کوئی ایک فریق اکثریت میں ہو تو دوسرا فریق یا تو چند افراد کی الگ جماعت کراتا ہے یا انفرادی طور پر پڑھتا ہے (بہر حال بڑی جماعت میں شریک نہیں ہوتا) پھر آپس میں اس افتراق کی وجہ سے حجاج کرام قیل وقال میں مشغول ہوتے ہیں، آپس میں بحث ومباحثہ بھی ہوتا ہے، اگر مختلف رائے رکھنے والے علماء ایک گروپ یا ایک بلڈنگ میں موجود ہوں تو عوام میں دو متضاد موقف چلنے کی وجہ سے تشویش پھیلتی ہے اور یہ اختلاف اس لیے زیادہ شدید معلوم ہوتا ہے کہ ہر ہر مسجد اور ہر ہر محلہ میں دونوں آراء کے ماننے والے پائے جاتے ہیں۔

اگرچہ حضرات علماء کرام یہ نصیحت بھی کرتے ہیں کہ ایک دوسرے سے نزاع نہ کریں اور جس کو جس موقف پر اعتماد ہو، وہ اس کے مطابق عمل کرلے، لیکن بہر حال عملی صورتحال یہ ہے کہ اس موقع پر نزاع اور افتراق پیدا ہو جاتا ہے، جو بہت کی مشکلات کا باعث بنتا ہے اور ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس کا کوئی مناسب شرعی حل نکلے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ جب دونوں موقف دلائل پر مبنی ہیں تو محض اتحاد قائم کرنے کے لیے اپنی علمی رائے کو کلیۃً چھوڑ دینا تو شاید درست نہ ہو، تاہم کیا ایسی کوئی صورت نکل سکتی ہے کہ دونوں موقف والے حجاج کرام اپنے اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے اور دوسرے کا احترام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ سکیں؟ یعنی چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ اور مختلف فیہ ہے اور اس میں ابتلاء بھی بہت ہے اس لیے اس میں "اقتداء بالمخالف" کے جواز کا وہ موقف اپنا لیا جائے جس میں توسع ہے اور دوسرے کے نقطہ نظر کو اس حد تک تسلیم کیا جائے کہ جماعت کی صورت میں اس کے پیچھے نماز پڑھ لی جائے باقی انفرادی نماز پڑھتے وقت اپنے اپنے موقف کے مطابق نماز پڑھ لیں۔

Scanned with CamScanner

اگر اس مسئلے میں اقتداء بالمخالف کی کچھ گنجائش نکلے تو فی زمانہ حجاج کرام کے درمیان بہت بڑا اختلاف ختم ہو سکتا ہے، جس سے حجاج کرام کو بھی راحت ملے گی اور افتراق کی کیفیت ختم ہو پائے گی۔ جیسا کہ مذاہب اربعہ کے فروعی اختلافات کے بارے میں بہت سے اکابر علماء کرام نے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسئلے میں توسع اختیار کیا ہے اور مقتدی کے بجائے امام کی رائے کے اعتبار کرنے کا قول اختیار کیا ہے۔ الامام المحقق علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نوراللہ مرقدہ سے منقولہ تحقیق کے مطابق خلافیات میں مقتدی کی نماز امام کے تابع ہوتے ہوئے درست ہو جاتی ہے اور انہوں نے اس موقف کی تائید میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول نقل فرمایا ہے جیسا کہ درج ذیل حوالے میں ہے:

فيض الباري شرح صحيح البخاري (3/ 231):

قلت هذه المسألة مجتهد فيها، والاقتداء في جنس هذه المسائل بجوز من واحد لآخر، كما في «الدر المختار» عند تعديد الواجبات، فصرح في ضمنه: أن المتابعة تصح عندنا في الاجتهادات كلها. وأوضحه الشافعي رحمه الله تعالى، ونقله الحافظ ابن تيمية عن الأئمة الأربعة، قلت: فهذا بات عندنا وسيع، فيتبع الإمام في رفع اليدين والتأمين أيضا لو اتفق الاقتداء بشافعي رحمه الله تعالى. وقد قدمنا الكلام فيه مبسوطا، ويدل عليه أن الخليفة هارون الرشيد اقتصد (لعله افتصد ) مرة فقام إلى الصلاة ولم يتوضأ، فاقتدى به أبو يوسف رحمه الله تعالى وما ذلك إلا لكون الاقتداء جائزا، ولولا ذلك لما كان أبو يوسف رحمه الله تعالى ليقتدي به فإنه أورع من ذلك .

فیض الباری میں ہی ایک اور مقام پر علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے اس مسئلے میں اجماع نقل کرتے ہوئے "درمختار" میں ذکر کردہ موقف پر رد بھی کیا گیا ہے:

فيض البارى شرح صحيح البخاري (3/ 494)

واعلم أن ابن مسعود كان يصلي خلف عثمان أربعا، لصحة الاقتداء في المسائل المجتهد فيها، كما مر مبحثه في الطهارة.

ونقل الحافظ ابن تيمية الإجماع على صحة اقتداء حنفي بشافعي، وكذلك كل صاحب مذهب بصاحب مذهب آخر، وصرح أن هذا هو مذهب الإمام أبي حنيفة، ومع ذلك نجد في «الدر المختار» خلافه، فذهب إلى أنه لا يصح، قلت: كيف مع أن الدين واحد، والنبي واحد، والقبلة واحدة، فبعيد كل البعد أن لا يصح اقتداء حنفي بشافعي في أمر الصلاة التي هي من أهم مهات الدين.

دار الافتاء

Scanned with CamScanner

اسی طرح ایک اور مقام پر اقتداء بالمخالف کے مطلقاً جواز کو اپنے نزدیک محقق قرار دیتے ہوئے سلف کے عمل کا حوالہ بھی دیا ہے:

**فيض الباری شرح صحيح البخاري (2/ 15)**

قلت : والذي تحقق عندي أنه صحيح مطلقاً سواء كان الإمام محتاطاً أم لا، وسواء شاهد منه تلك الأمور أم لا، فإني لا أجد من السلف أحداً إذا دخل في المسجد أنه تفقد أحوال الإمام أو تساءل عنه بيد أنهم كانوا يقتدون وينصرفون إلى بيوتهم بلا سؤال ولا جواب. (في بحث الطهارة)

محقق العصر حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ نے بھی معارف السنن میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے اس موقف کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس کی مکمل عبارت آخر میں درج کی جارہی ہے (1) علامہ طحطاویؒ نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں دونوں اقوال ذکر کرنے اور ایک قول کی تصحیح کے ساتھ ساتھ یہ بھی نقل فرمایا ہے کہ دونوں قول "مرجح" ہیں۔[عبارت(2)]

اقتداء بالمخالف کے جواز سے متعلق چند مزید حوالہ جات بھی (3) کے تحت پیش خدمت ہیں۔

## سوال

درج بالا تفصیل کو سامنے رکھتے ہوئے اور حج کے مخصوص موقع کو سامنے رکھتے ہوئے:

1۔ کیا یہ گنجائش دی جاسکتی ہے کہ منیٰ میں ایک موقف والے کیلئے دوسرے موقف والے کی اقتداء درست ہے؟ جس کی صورت درج ذیل میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے:

الف: مقتدی اپنے امام ہی کی متابعت میں اور امام ہی کے موقف کے مطابق نماز ادا کرلے (یعنی اگر امام کا موقف سفر کا ہے تو مقتدی بھی دو رکعت ادا کرے وبالعکس)؟

ب: یا یہ کہ دونوں مقیم اور مسافر کی طرح ہی ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھ لیں؟ یعنی جو لوگ اپنے کو مقیم سمجھتے ہوں وہ دوسرے موقف والے (مسافر) امام کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں اور امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر اپنی بقایا رکعات مکمل کرلیں، اسی طرح جو لوگ اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہیں وہ دوسرے موقف والے (مقیم) امام کے پیچھے چار رکعات پڑھ لیں۔

2۔ اسی طرح اگر ایام حج میں امامت کرانے والا کوئی مالکی المذہب مقیم شخص ہو (جو حج کی وجہ سے دو رکعات پڑھے) اور اس کی اقتداء میں حنفی شخص نماز پڑھے تو کیا مندرجہ بالا حوالوں کی روشنی میں اس اقتداء کی گنجائش ہو گی یا وہ

Scanned with CamScanner

دونوں اپنی اپنی نماز الگ پڑھیں؟ جیسا کہ حنفی حجاج کی ایک بڑی تعداد بڑی عقیدت کے ساتھ امام حج کے پیچھے مرکزی جماعت میں شامل ہو جاتی ہے اور ہونا چاہتی ہے لیکن انہیں اس سے منع کیا جاتا ہے (جس سے افتراق کی ایک ظاہری کیفیت پیدا ہوتی ہے)

اللہ پاک آپ کا سایہ سلامت رکھے، آمین!

والسلام

اظفر اقبال رشید

مدرسہ عثمانیہ، کراچی

Scanned with CamScanner

## عبارات:

(1) معارف السنن: [ص161،ج1]

قال شيخنا رحمه الله تعالى:

والحق انه لا عبرة لرأي المأموم، بل للامام؛ حيث توارث عن السلف و القدماء كلهم الاقتداء خلف ائمة مخالفين لهم في الفروع، فالصحابة و التابعون وكذا الأئمة المتبوعون كانوا يصلون خلف امام واحد، مع انهم مجتهدون، اصحاب المذاهب والآراء في الفروع، مع كثرة الاختلاف والتباين في آرائهم واقوالهم، ولم ينقل عن احد منهم نكير أو خلاف في ذلك،

نعم هم اذا صلوا منفردين كانوا يتبعون مذاهبهم ان كانوا اهل مذهب او يتبعون اهل المذاهب ان كانوا مقلدين لهم. وهذا امامنا "أبو حنيفة" صاحب المذهب حج خمسين حجة، وقيل خمسا وخمسين ؛ وكان كثير من أهل الحرمين مخالفين له فى الفروع، فكان يصلى خلفهم، ولم يثبت فى ذلك نكير عنه، ولا تخلف عن الاقتداء بهم وهذا "أحمد بن حنبل" قيل له: لو كنت ادركت مالك بن أنس هل صليت خلفه؟ قا: وكيف لا! مع أن مذهبه: أن الدم الكثير مفسد الصلاة وناقض للطهارة، وعند مالك القليل والكثير سواء فى عدم النقض- وهذا القاضى أبو يوسف صلى خلف هارون الرشيد وكان هارون الرشيد احتجم، وكان الامام مالك أفتى هارون الرشيد بعدم الفساد به، وكان مذهب أبى يوسف ضد ذلك حكاه ابن تيمية فى (الجزء الثانى) من "فتاواه" (ص-380) وفيه: فصلى خلفه ولم يعد، وحكى واقعة أحمد بن حنبل ونصه: وكان أحمد يرى الوضوء من الحجامة والرعاف، فقيل له: فإن كان الإمام قد خرج منه الدم ولم يتوضأ تصلى خلفه ؟ فقال : كيف لا أصلى خلف سعيد بن المسيب ومالك اهـ "الفتاوى" لابن تيمية (2-381) وأخذه ابن تيمية من "المغنى" لابن قدامة من أوائل ( الجزء الثانى) فكل ذلك دليل على جواز الإقتداء، وإن العبرة لرأى الإمام لا المأموم- وقال ابن الهمام فى "فتح القدير" (1-311) كان شيخنا سراج الدين (1) قارى "الهداية" يعتقد قول أبى بكر الرازى فى جواز اقتداء الحنفى خلف الشافعى ، وأنكر مرة أن يكون فساد الصلاة بذلك مرويا عن المتقدمين حتى ذكرته بمسألة الجامع، يريد "الجامع الصغير" فى الذين تحرو فى الليلة المظلمة، وصلى كل إلى جهة مقتدين بأحدهم، فإن



Scanned with CamScanner

جواب المسألة أن من علم منهم بحال إمامه فسدت لاعتقاده إمامه على الخطاء اهـ قال شيخنا رحمه الله: ولا يرد هذا، فإن بين المسئلتين فرقا، القبلة من الحسيات لها سبيل إلى درك الواقع، فيتبين فيه الخطأ من الصواب، وليس كذلك أكثر المسائل الاجتهادية؛ فإن استبانة الخطأ من الصواب فى الفصل المجتهد فيه مشكل- هذا توضيح غرض الشيخ رحمه الله-

(2) حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح (ص: 256)

قوله ( وإذا اقتدى بمن يقنت الخ ) قال في الهداية ودلت المسئلة على جواز الإقتداء بالمخالف يعني شافعيا كان أو غيره وجه الدلالة إن اختلافهم في أنه يتابعه أو لا فرع صحة الإقتداء إذا كان يحتاط في مواضع الإختلاف كأن يجدد الوضوء بخروج نحو دم وأن يمسح ربع رأسه وأن يغسل ثوبه من مني أو يفركه إذا حف وأن لا يقطع وتره بسلام على الصحيح وأن يرتب بين الفوائت والجامع لهذه الأمور أن لا يتحقق منه ما يفسد صلاته بناء على أن المعتبر رأي المقتدي وهو الصحيح الذي عليه الأكثرون وقيل رأى الإمام وعليه الهندواني وجماعة وقال في النهاية أنه الأقيس وعليه فيصح الإقتداء وإن لم يحط نهر وغيره-

وتظهر الثمرة فيما إذا رأى من إمامه ما يفسد الصلاة عند ذلك الإمام دون المقتدي وقد شرع في الصلاة غير عالم به تجوز صلاته على قول الأكثر لا على قول الهندواني وفي شرح السيد وكل من القولين مرجح.

(3) تبيين الحقائق (2/ 314)

وذكر أبو بكر الرازي اقتداء الحنفي بمن يسلم على رأس الركعتين في الوتر يجوز ويصلي معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده ؛ لأنه مجتهد فيه كما لو اقتدى بإمام قد رعف فعلى هذا يجوز الاقتداء إذا صحت على زعم الإمام وإن لم تصح على زعم المقتدي-



Scanned with CamScanner

قال ابن العابدين فى منحة الخالق على حاشية البحر الرائق (4/ 199)

لعل المراد بقوله لم يخرج بسلامه عنده أي عند إمامه أي لم يبطل وتره لصحة فصله عنده ويكون هذا القول مبنيا على أن العبرة لرأي الإمام كما سيأتي نقله عن الهندواني وجماعة ويؤيده قوله كما لو اقتدى بإمام قد رعف.

قال العلامة عبد الحي لكهنوي في عمدة الرعاية: (200/1)

هذه المسئلة (اي مسئلة متابعة الامام في القنوت عند اقتداء الحنفي بالشافعي) دلت علي جواز الاقتداء بالشافعية فيه اختلاف كثير بين اصحابنا، و الحق هو الجواز مطلقا.

حجة الله البالغة (ص: 335)

كان أبو حنيفة أو أصحابه والشافعي وغيرهم رضي الله عنهم يصلون خلف أئمة المدينة من المالكية وغيرهم وإن كانوا لا يقرءون البسملة لا سرا ولا جهرا ، وصلى الرشيد إماما وقد احتجم ، فصلى الأمام أبويوسف خلفه ولم يعد ، وكان الإمام أحمد ين حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة فقيل له : فإن كان الإمام قد خرج منه الدم ، ولم يتوضأ هل تصلي خلفه ؟ فقال : كيف لا أصلي خلف الإمام مالك وسعيد بن المسيب .



Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## الجواب حامدا ومصليا

﴿۱﴾ــــ "مخالف فی الفروع" اگر نماز میں کسی ایسے عمل کا ارتکاب کرے جو مقتدی کے مذہب کے مطابق مفسدِ صلاۃ ہو تو ایسے امام کے پیچھے اس مقتدی کی نماز اکثر علماء کے فتوے کے مطابق ناجائز ہے، تاہم کچھ محقق علماء نے اس صورت میں بھی اقتداء کو جائز فرمایا ہے، جن میں سے ایک دو کی عبارات سوال نامے میں آپ نے ذکر بھی فرمائی ہیں۔ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی سے بھی تشویش وانتشار کی صورت میں جواز کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے (فتویٰ نمبر: ۱۷۵۱/۶۲)، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں بھی اگر کہیں انتشار وافتراق کا اندیشہ ہو تو ان محقق علماء کرام کی رائے کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہے جو "اقتداء بالمخالف" کے مسئلے میں امام کی رائے کا اعتبار کرتے ہوئے نماز کو جائز فرماتے ہیں۔

البتہ اس صورت میں مقتدی امام کے ساتھ دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرے، بلکہ لاحق کی طرح قراءت کئے بغیر مزید دو رکعتیں ملا کر چار رکعتیں مکمل کرے گا، جیسا کہ مسافر امام کی اقتداء میں مقیم شخص اپنی نماز مکمل کرتا ہے۔

﴿۲﴾ــــ عرفات میں آج کل امام حج کی اقتداء نہ کرنے سے کسی فتنہ اور انتشار کا اندیشہ نہیں ہوتا، اس لئے محض شوق پورا کرنے کی خاطر قصر کرنے والے مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ علماء نے اس موقع پر اقتداء کے ناجائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ (کما فی الشامیۃ ۲/ ۵۵۵ ومناسک ملا علي قاري: ۱۹۵، غنیۃ الناسک: ۲۴۲ ومعلم الحجاج: ۱۹۶ واحکام حج: ۶۴)

**تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق وحاشية الشلبي ، دار الكتب العلمية (١/ ٤٢٨)**

وذكر أبو بكر الرازي اقتداء الحنفي بمن يسلم على رأس الركعتين في الوتر يجوز ولا يسلم ويصلي معه بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بسلامه عنده؛ لأنه مجتهد فيه كما لو اقتدى بإمام قد رعف فعلى هذا يجوز الاقتداء إذا صحت على زعم الإمام وإن لم تصح على زعم المقتدي وقيل إذا سلم الإمام على رأس الركعتين قام المقتدي وأتم الوتر وحده .

**تيسر المقاصد ، تلخيص نظم الفرائد(١٥٤)**

ولو حنفي قام خلف مسلم بشفع ولم يتبع فموتر

اشتملت الأبيات علي مسائل متعلقة بصلاة الوتر ، الأولي:لو اقتدي حنفي في الوتر بشافعي أو غيره ممن يسلم علي رأس الركعتين صح اقتداءه ولكن إذا سلم إمامه علي رأسهما ، لا يسلم الحنفي معه ويصلي بقية الوتر لأن إمامه لم يخرج بالسلام عن صلاته عنده . ولأنه مجتهد فيه وهذا غير الصحيح ، لأن الذي عليه الأكثر العبرة برأي المقتدي ، فإن الإمام بالسلام لم يبق في الصلاة ، ولا بناء على المعدوم وهو الأصح .

**فتح القدير للمحقق ابن الهمام الحنفي (٢/ ٣٧٩)**

وقول أبي بكر الرازي إن اقتداء الحنفي بمن يسلم على رأس الركعتين في الوتر يجوز

Scanned with CamScanner

ويصلي معه بقيته لأن إمامه لم يخرجه بسلامه عنده لأنه مجتهد فيه ، كما لو اقتدى بإمام قد رعف يقتضي صحة الاقتداء وإن علم منه ما يزعم به فساد صلاته بعد كون الفصل مجتهدا فيه .

وقيل إذا سلم الإمام على رأس الركعتين قام المقتدي فأتم منفردا ، وكان شيخنا سراج الدين يعتقد قول الرازي ، وأنكر مرة أن يكون فساد الصلاة بذلك مرويا عن المتقدمين

**سنن أبي داود (٢/ ١٤٥)**

عن عبد الرحمن بن يزيد قال صلى عثمان بمنى أربعا فقال عبد الله صليت مع النبى - صلى الله عليه وسلم- ركعتين ومع أبى بكر ركعتين ومع عمر ركعتين زاد عن حفص ومع عثمان صدرا من إمارته ثم أتمها. زاد من ها هنا عن أبى معاوية ثم تفرقت بكم الطرق فلوددت أن لى من أربع ركعات ركعتين متقبلتين. قال الأعمش فحدثنى معاوية بن قرة عن أشياخه أن عبد الله صلى أربعا قال فقيل له عبت على عثمان ثم صليت أربعا قال الخلاف شر

**رد المحتار (٢/ ٥٠٥)**

وأطلق الإمام فشمل المقيم والمسافر لكن لو كان مقيما كإمام مكة صلى بهم صلاة المقيمين، ولا يجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الإمام الحلواني: كان الإمام النسفي يقول العجب من أهل الموقف يتابعون إمام مكة في القصر فأنى يستجاب لهم أو يرجى لهم الخير وصلاتهم غير جائزة. قال شمس الأئمة: كنت مع أهل الموقف فاعتزلت، وصليت كل صلاة في وقتها وأوصيت بذلك أصحابي، وقد سمعنا أنه يتكلف ويخرج مسيرة سفر ثم يأتي عرفات، فلو كان هكذا فالقصر جائز وإلا فيجب الاحتياط اهـ ملخصا من التتارخانية عن المحيط.....واللہ تعالیٰ اعلم

محمد طلحہ ہاشم عفی عنہ

دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۷۔ذیقعدہ۔۱۴۴۳ھ

۲۷۔جون۔۲۰۲۲ء

جواب صحیح ہے، مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار بڑا فتنہ ہے، اس کے سدباب کیلئے صورت مسئولہ پر عمل کی گنجائش ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم

بندہ محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۶ ذوالحجہ ۱۴۴۳ھ

الجواب صحیح سید محمد عبداللہ عفی عنہ ۶-۱۲-۱۴۴۳

الجواب صحیح ۶-۱۲-۱۴۴۳

Scanned with CamScanner